۵ کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم / نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات (براہ راست، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- مختلف نثری اصناف ادب (ناول) پڑھ کر اس کے طرز تحریر سے آگاہ ہو سکیں۔
- کسی بات، پیغام، کلام، نشریات، کہانی اور مکالمے کو سن کر دہرا سکیں۔
- عبارت کو اس کے اسلوب اور بیان کر پیشِ نظر رکھ کر خاص مقاصد کے لیے پڑھ سکیں۔
- مختلف تحاریر (روداد، مضامین، سفر نامہ۔ خطوط، اداریے، خبریں، رپورٹ، اشتہار وغیرہ) پڑھ کر ان کے مقاصد کی ترجمانی کر سکیں۔
- متعلقہ معلومات کی فراہمی کے لیے مختلف دستاویزی فارم مثلاً: داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم، ریلوے رعایت کرایہ فارم، مختلف رجسٹریشن فارمز، رکنیت فارم، پاسپورٹ فارم، بینک اکاؤنٹ فارم، قومی بچت فارم، خدمات افادی فارم وغیرہ پُر کر سکیں۔
- مختلف مصنفین / شعرا کے ادب پارے پڑھ کر اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- مختلف تحریری سرگرمیوں میں الفاظ کے درست املا کا خیال رکھتے ہوئے تحریر کام پر نظر ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کر سکیں۔
- ذو معانی الفاظ کو جملے سے الگ کر سکیں اور ان کو تحریر میں استعمال کر سکیں۔

پڑھیں

کلیم سے اور مرزا سے محفلِ مشاعرے میں تعارف پیدا ہوا۔ شُدہ شُدہ مرزا صاحب کلیم کے مکان پر تشریف لانے لگے۔ یہاں تک کہ اب چند روز سے تو دونوں میں ایسی گاڑھی چھننے لگی تھی کہ گویا ایک جان دو قالب تھے۔ کلیم کو تو مرزا کے مکان پر جانے کا کبھی بھی اتفاق نہیں ہوا مگر مرزا شام کو تو کبھی کبھی لیکن صبح کو بلاناغہ آتے اور تمام تمام دن کلیم کے پاس رہتے۔ مرزا نے اپنا حالِ اصلی کلیم پر ظاہر ہونے نہ دیا۔ کلیم یہی جانتا تھا کہ جماعہ دار کا تمام ترکہ مرزا کو ملا اور وہ جماعہ دار کی محل سرا کو مرزا کی محلسرا اور جماعہ دار کے دیوان خانے کو مرزا کا دیوان خانہ اور جماعہ دار کے بیٹے پوتوں کے نوکروں کو مرزا کے نوکر سمجھتا تھا اور اسی غلط فہمی میں وہ گھر سے نکلا تو سیدھا جماعہ دار کی محل سرا کی ڈیوڑھی پر جا موجود ہوا۔ بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑ کھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں اور اُن میں سے ایک نے پوچھا کون صاحب ہیں اور اتنی رات گئے کیا کام ہے۔ کلیم، جاؤ مرزا کو بھیج دو۔ لونڈی: کون مرزا، کلیم: مرزا ظاہر دار بیگ جن کا مکان ہے اور کون مرزا۔

لونڈی: یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر قریب تھا کہ لونڈی پھر کواڑ بند کر لے کہ کلیم نے کہا کہ کیوں جی کیا یہ جماعہ دار صاحب کی محل سرا نہیں ہے۔

لونڈی: ہے کیوں نہیں۔

کلیم: پھر تم نے یہ کیا کہا کہ یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں۔ کیا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کے وارث اور جانشین نہیں ہیں۔

لونڈی: جماعہ دار کے وارثوں کو خدا اسلامت رکھے۔ مُوا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کا وارث بننے والا کون ہوتا ہے۔

دوسری لونڈی: اری کم بخت یہ کہیں مرزا بانکے کے بیٹے کو نہ پوچھتے ہوں۔ وہ ہر جگہ اپنے تئیں جماعہ دار کا بیٹا بتایا کرتا ہے۔ (کلیم کی طرف مخاطب ہو کر) کیوں میاں وہی ظاہر دار بیگ، جن کی رنگت زرد زرد ہے۔ آنکھیں کرنجی، چھوٹا قد، ڈبلا ڈیل اپنے تئیں بہت سنوارے بنائے رہا کرتے ہیں۔

کلیم: ہاں ہاں وہی ظاہر دار بیگ۔

لونڈی: تو میاں اس مکان کے پچھواڑے اُپلوں کی ٹال کے برابر چھوٹا سا کچا مکان ہے وہ اُس میں رہتے ہیں۔ کلیم نے وہاں جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب ننگ دھڑنگ جانگیہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا! آپ ہیں، معاف کیجیے گا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی اور صاحب ہیں۔ بندے کو کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں۔ میں ذرا کپڑے پہن آؤں تو آپ کے ہم رکاب چلوں۔

کلیم: چلیے گا کہاں میں آپ ہی کے پاس آیا تھا۔

مرزا: پھر اگر کچھ دیر تشریف رکھنا منظور ہو تو میں اندر پردہ کرا دوں۔

کلیم: میں آج شب کو آپ ہی کے ہاں رہنے کی نیت سے آیا ہوں۔

مرزا: بسم اللہ تو چلیے اسی مسجد میں تشریف رکھیے۔ بڑی فضا کی جگہ ہے میں ابھی آیا۔ کلیم نے جو مسجد میں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک نہایت پُرانی چھوٹی سی مسجد ہے، وہ بھی مسجد ضرار کی طرح ویران وحشت ناک۔ نہ کوئی حافظ ہے۔ نہ مُلا نہ طالب علم نہ مسافر۔ ہزار ہا چمگادڑ اُس میں رہتی ہیں کہ اُن کی تسبیح بے ہنگام سے کان کے پردے پھٹے جاتے ہیں۔ فرش پر اس قدر بیٹ پڑی ہے کہ بہ جائے خود کُھرنجے کا فرش بن گیا ہے۔ مرزا کے انتظار میں کلیم کو چاروناچار اسی مسجد میں ٹھہرنا پڑا۔ مرزا آئے بھی تو اتنی دیر کے بعد کہ کلیم مایوس ہو چکا تھا۔ قبل اس کے کہ کلیم شکایت کرے مرزا صاحب بہ طور دفع دخل مقدر فرمانے لگے کہ بندے کے گھر میں کئی دن سے طبیعت علیل ہے خفقان کا عارضہ، اختلاج قلب کا روگ ہے اب جو میں آپ کے پاس سے گیا تو اُن کو غشی میں پایا۔ اس وجہ سے دیر ہوئی پہلے یہ تو فرمائیے کہ اس وقت بندہ نوازی فرمانے کی کیا وجہ ہے؟ کلیم نے باپ کی طلب، اپنا انکار، بھائی کی اِلتجا، ماں کا اصرار، تمام ماجرا کہہ سُنایا۔ مرزا: پھر اب کیا ارادہ ہے۔ کلیم: سوائے اس کے کہ اب گھر لوٹ کر جانے کا تو نہیں ہے اور جو آپ کی صلاح ہو۔ مرزا: خیر نیت شب حرام صبح تو ہو۔ آپ بے تکلف استراحت فرمایئے۔ میں جا کر بچھونا وغیرہ بھیجے دیتا ہوں اور مجھ کو مریضہ کی تیمار داری کے لیے اجازت دیجیے کہ آج اُس کی علالت میں اشتداد ہے۔ کلیم: یہ ماجرا کیا ہے۔ تم تو کہا کرتے تھے کہ ہمارے یہاں دوہری محل سرائیں متعدد دیوان خانے کئی پائیں باغ ہیں۔ حوض اور حمام اور کٹڑے اور گنج اور دُکانیں اور سرائیں؛ میں جانتا ہوں عمارت کی قسم سے کوئی چیز ایسی نہ ہو گی جس کو تم نے اپنی مِلک نہ بتایا ہو۔ یا یہ حال ہے کہ ایک متنفس کے واسطے ایک شب کے لیے تم کو جگہ میسر نہیں جو جو حالات تم نے اپنی زبان سے بیان کیے اُن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ جماعہ دار کے تمام ترکہ پر تم قابض اور متصرف ہو لیکن میں اُس تمام جاہ وحشت کا ایک شمّہ بھی نہیں دیکھتا۔ مرزا: آپ کو میری نسبت سخن سازی کا احتمال ہونا سخت تعجب کی بات ہے۔ اتنی مدت مجھ سے آپ کی صحبت رہی مگر افسوس ہے کہ آپ نے میری طبیعت اور میری عادت کو نہ پہچانا۔ یہ اختلاف حالت جو آپ دیکھتے ہیں اُس کی ایک وجہ ہے۔ بندے کو جماعہ دار صاحب مرحوم مغفور نے متبنیٰ کیا تھا اور اپنا جانشین کر مرے تھے۔ شہر کے کُل رؤسا اس سے واقف اور آگاہ ہیں۔ اُن کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس میں رخنہ اندازیاں کیں۔ بندے کو آپ جانتے ہیں کہ بکھیڑے سے کوسوں بھاگتا ہے۔ صحبت ناملائم دیکھ کر کنارہ کش ہو گیا لیکن کسی کو انتظام کا سلیقہ بندوبست کا حوصلہ نہیں۔ اُسی روز سے اندر باہر واویلا مچی ہوئی ہے اور اس بات کے مشورے ہو رہے ہیں

کہ بندے کو منالے جائیں۔
کلیم: لیکن آپ نے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ مرزا: اگر میں آپ سے یا کسی سے تذکرہ کرتا تو استقلال مزاج سے بے بہرہ اور غیرت وحمیت سے بے نصیب ٹھہرتا اب آپ کو کھڑے رہنے میں تکلیف ہوتی ہے اجازت دیجیے کہ میں جا کر بچھونا بچھوا دوں اور مریضہ کی تیمارداری کروں۔ کلیم: خیر مقام مجبوری ہے لیکن پہلے ایک چراغ تو بھیج دیجیے۔ تاریکی کی وجہ سے طبیعت اور بھی گھبراتی ہے۔ مرزا: چراغ کیا میں نے تو لیمپ روشن کرانے کا ارادہ کیا تھا لیکن گرمی کے دن ہیں پروانے بہت جمع ہو جائیں گے اور آپ زیادہ پریشان ہو جیے گا اور اس مکان میں ابابیلوں کی کثرت ہے۔ روشنی دیکھ کر گرنی شروع ہوں گی اور آپ کا بیٹھنا دشوار کر دیں گی۔ تھوڑی دیر صبر کیجیے کہ ماہتاب نکلا آتا ہے۔
کلیم جب گھر نکلا تو کھانا تیار تھا لیکن وہ اس قدر طیش میں تھا کہ اُس نے کھانے کی مطلق پروا نہ کی اور بے کھائے نکل کھڑا ہوا۔ مرزا سے ملنے کے بعد وہ منتظر تھا کہ آخر مرزا خود پوچھیں گے تو کہہ دوں گا۔ مرزا کو ہر چند کھانے کی نسبت پوچھنا ضرور تھا کیوں کہ اول تو کچھ ایسی رات زیادہ نہیں گئی تھی۔ دوسرے یہ کہ اُس کو معلوم ہو چکا تھا کہ کلیم گھر سے لڑ کر نکلا ہے۔ تیسرے دونوں میں بے تکلفی غایت درجہ کی تھی لیکن مرزا قصداً اس بات سے متعرض نہ ہُوا اور کلیم بے چارے کا بھوک کے مارے یہ حال کہ مسجد میں آنے سے پہلے اُس کی انتڑیوں نے قُل ہو اللہ پڑھنی شروع کر دی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ مرزا کسی طرح اس پہلو پر نہیں آتا اور عنقریب تمام شب کے لیے رخصت ہوا چاہتا ہے تو بے چارے نے بے غیرت بن کر خود کو کہا کہ سُنو یار! میں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ مرزا: مرد خدا! تو آتے ہی کیوں نہیں کہا۔ اب اتنی رات گئے کیا ہو سکتا ہے۔ دکانیں سب بند ہو گئیں اور جو دو ایک کھلی بھی ہیں تو باسی چیزیں رہ گئی ہوں گی جن کے کھانے سے فاقہ بہتر ہے۔ گھر میں آج آگ تک نہیں سُلگی مگر ظاہراً تم سے بھوک کی سہار ہونی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ دیو اشتہا کو زیر کرنا بڑی ہمت والوں کا کام ہے۔ ایک تدبیر سمجھ میں آتی ہے کہ جاؤں چھدامی بھڑ بھونجے کے یہاں سے گرم خستہ چنے کی دال بنوا لاؤں بس ایک دھیلے کی مجھ کو تم کو دونوں کو کافی ہو گی۔ رات کا وقت ہے ابھی کلیم کچھ کہنے بھی نہیں پایا تھا کہ مرزا جلدی سے اُٹھ باہر گئے اور چشم زدن میں چنے بھنوا لائے مگر دھیلے کے کہہ کر گئے تھے یا تو کم کے لائے یا راہ میں دو چار پھنکے لگائے۔ اس واسطے کہ کلیم کے رُوبرُو تین مٹھی چنے سے زیادہ نہ تھے۔ مرزا: یار ہو تُم بڑے خوش قسمت کہ اس وقت بھاڑ مل گیا۔ واللہ ہاتھ تو لگاؤ دیکھو تو کیسے جُھلس رہے ہیں اور سوندھی سوندھی خوشبو بھی عجب ہی دل فریب ہے کہ بس بیان نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ لوگوں نے خس اور مٹی کا عطر نکالا مگر بُھنے ہوئے چنوں کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ کوئی فن ہو کمال بھی کیا چیز ہے۔ دیکھیے اتنی تو رات گئی ہے مگر چھدامی کی دُکان پر بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ بندہ نے بہ تحقیق سُنا ہے کہ حضور والا کے خاصے میں چھدامی کی دُکان کا چنا بلاناغہ لگ کر جاتا ہے اور واقع میں ذرا غور سے دیکھیے کیا کمال کرتا ہے کہ بُھوننے میں چنوں کو سڈول بنا دیتا ہے۔ بھئی تمھیں میرے سر کی قسم، سچ کہنا ایسے خوب صورت خوش قطع سڈول چنے تُم نے پہلے بھی کبھی دیکھے تھے۔ دال بنانے میں اُس کو یہ کمال حاصل ہے کہ کسی دانے پر خراش تک نہیں، ٹوٹنے پھوٹنے کا کیا مذکور اور دانوں کی رنگت دیکھیے کوئی بسنتی ہے کوئی پستئی۔ غرض دونوں رنگ خوش نما۔ یوں تو صدہا قسم کے غلے اور پھل زمین سے اُگتے ہیں لیکن چنے کی لذت کو کوئی نہیں پاتا۔
غرض مرزا نے اپنی چرب زبانی سے چنوں کو گھی کی تلی دال بنا کر اپنے دوست کلیم کو کھلایا۔ کلیم بھوکا تو تھا ہی اُس کو بھی ہمیشہ سے کچھ زیادہ مزے دار معلوم ہوئے۔ مرزا نے گھر جا کر ایک میلی دری اور ایک کثیف سا تکیہ بھیج دیا۔ دو ہی گھڑی میں کلیم کی حالت کا اس قدر متغیر ہو جانا عبرت کا مقام ہے یا تو خلوت خانہ اور عشرت منزل میں تھا یا اب ایک مسجد میں آ کر پڑا اور مسجد بھی ایسی جس کا تھوڑا سا حال ہم نے اوپر بیان کیا۔ گھر کے ایوانِ نعمت کو لات مار کر

نکلا تھا تو پہلے ہی وقت چنے چبانے پڑے۔ نہ چراغ نہ چارپائی نہ بہن نہ بھائی۔ نہ مونس نہ غم خوار نہ نوکر نہ خدمت گار۔ مسجد میں اکیلا ایسا بیٹھا تھا جیسے قید خانے میں حاکم کا گنہ گار یا قفس میں مرغِ نَو گرفتار اور کوئی ہوتا تو اس حالت پر نظر کر کے تنبیہ پکڑتا اپنی حرکت سے توبہ اور اپنے افعال سے استغفار کرتا اور اُسی وقت نہیں تو سویرے گجر دم باپ کے ساتھ نماز صبح میں جا شریک ہوتا لیکن کلیم کو اور بہت سے مضمون سوچنے کو تھے اُس نے رات بھر میں ایک قصیدہ تو مسجد کی ہجو میں تیار کیا اور ایک مثنوی مرزا کی شان میں کہی۔

صبح ہوتے آنکھ لگ گئی تو نہیں معلوم مرزا یا محلے کا کوئی اور عیار ٹوپی۔ جوتی۔ رومال۔ چھڑی۔ تکیہ، دری یعنی جو چیز کلیم کے بدن سے منفک اور اُس کے جسم سے جُدا تھی لے کر چنپت ہوا۔ یوں بھی کلیم بہت دیر کو سو کے اُٹھتا تھا اور آج تو ایک وجہ خاص تھی کوئی پہر سوا پہر دن چڑھے جاگا تو کیا دیکھتا ہے کہ فرش مسجد پر پڑا ہے اور نیند کی حالت میں جو کروٹیں لی ہیں تو سیروں گرد کا بھبھوت اور چمگادڑوں کی بیٹ کا ضماد بدن پر تھپا ہوا ہے حیران ہوا کہ قلب ماہیت ہو کر میں کہیں بُھتنا تو نہیں ہو گیا۔ مرزا کو اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا کہیں پتہ نہیں۔ مسجد تھی ویران اُس میں پانی کہاں صبر کر کے بیٹھ رہا کہ کوئی اللہ کا بندہ اِدھر کو آ نکلے تو اس کے ہاتھ مرزا کو بلواؤں اور یا مُنہ ہاتھ دھو کر خود مرزا تک جاؤں۔ اس میں دوپہر ہونے آئی بارے ایک لڑکا کھیلتا ہوا آیا جونہی زینے پر چڑھا کہ کلیم اس سے عرض مطلب کرنے کے لیے لپکا وہ لڑکا اُس کی ہیئت کذائی دیکھ ڈر کر بھاگا، خدا جانے اُس نے اُس کو بھوت سمجھا یا سڑی خیال کیا۔ کلیم نے بہتیرا پکارا اُس لڑکے نے پیٹھ پھیر کر نہ دیکھا۔ ناچار کلیم نے بہ ہزار مصیبت دوسرے فاقہ سے شام پکڑی اور جب اندھیرا ہوا تو اُلو کی طرح اپنے نشیمن سے نکلا۔ سیدھا مرزا کے مکان پر گیا، آواز دی تو یہ جواب ملا کہ وہ تو بڑے سویرے کے قطب صاحب سدھارے ہیں۔ کلیم نے چاہا کہ اپنا تعارف ظاہر کر کے ممکن ہو تو منہ دھونے کو پانی مانگے اور مرزا کی پھٹی پرانی جوتی اور ٹوپی تاکہ کسی طرح گلی کوچے میں چلنے کے قابل ہو جائے۔ یہ سوچ کر اُس نے کہا کیوں حضرت آپ مجھ سے بھی واقف ہیں۔ اندر سے آواز آئی ہم تمھاری آواز تو نہیں پہچانتے اپنا نام ونشان بتاؤ تو معلوم ہو۔ کلیم: میرا نام کلیم ہے اور مجھ سے اور مرزا ظاہر دار بیگ سے بڑی دوستی ہے بلکہ میں شب کو مرزا صاحب ہی کی وجہ سے مسجد میں تھا۔ گھر والے: وہ دری اور تکیہ کہاں ہے جو رات تمھارے سونے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ تکیے اور دری کا نام سُن کر تو کلیم بہت چکرایا اور ابھی جواب دینے میں متامل تھا کہ اندر سے آواز آئی: مرزا زبردست بیگ! دیکھنا یہ مردوا کہیں چل نہ دے، دوڑ کر تکیہ دری تو اس سے لو۔ کلیم یہ بات سُن کر بھاگا۔ ابھی گلی کے نکڑ تک نہیں پہنچا تھا کہ زبردست نے چور چور کر کے جالیا۔ ہر چند کلیم نے مرزا ظاہر دار بیگ کے ساتھ اپنے حقوق معرفت ثابت کیے مگر زبردست کا ٹھینگہ سر پر اُس نے اک نہ مانی اور پکڑ کر کوتوالی لے گیا۔ کوتوال نے سرسری طور پر دونوں کا بیان سُنا اور کلیم سے اُس کا حسب نسب پوچھا۔ ہر چند کلیم اپنا پتہ بتانے میں جھینپتا تھا مگر چار و ناچار بتانا پڑا لیکن اُس کی حالت ظاہری ایسی ابتر ہو رہی تھی کہ اُس کا سچ بھی جھوٹ معلوم ہوتا تھا۔ کوتوال نے سُن کر یہی کہا کہ میاں نصوح جن کو تم اپنا والد بتاتے ہو میں اُن کو خوب جانتا ہوں اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ اُن کے بڑے بیٹے کا یہی نام ہے جو تم نے اپنا بیان کیا۔ محلے کا پتہ گھر کا نشان بھی جو تم نے کہا سب ٹھیک ہے مگر کلیم تو ایک مشہور معروف آدمی ہے آج شہر میں اُس کی شاعری کی دھوم ہے۔ تمھاری یہ حیثیت کہ ننگے سر ننگے پاؤں بدن پر کیچڑ تھپی ہوئی مجھ کو باور نہیں ہوتا۔ اچھا اب رات کو کیا ہو سکتا ہے۔ جرم سنگین ہے، ان کو حوالات میں رکھو، صبح ہو میں اُن کے والد کو بُلواؤں تو اُن کے بیان کی تصدیق ہو۔

کلیم یہ سُن کر رو دیا اور کہا میں وہی بدنصیب ہوں جس کی شعر گوئی کا شہرہ آپ نے سُنا ہے اور آپ کو یقین نہ ہو تو میں اپنے افکار تازہ آپ کو سُناؤں۔ چناں چہ کل شب کو جو کچھ مسجد و مرزا کی شان میں کہا تھا سُنایا۔ اُس پر کوتوال نے اتنی رعایت کی کہ دو سپاہی کلیم کے ساتھ کیے اور اُن کو حکم دیا کہ ان کو میاں نصوح کے پاس لے جاؤ اگر وہ ان کو اپنا فرزند بتائیں تو چھوڑ دینا ورنہ واپس لا کر حوالات میں قید رکھنا۔

کلیم پر اس کیفیت سے باپ کے رُوبہ رُو آنا جیسا کچھ شاق گزرا ہوگا ظاہر ہے مگر کیا کر سکتا تھا۔ سپاہی اُس کو کشاں کشاں لے ہی گئے۔ محلے کی مسجد میں جس میں نصوح نماز پڑھا کرتا تھا اُس کے گھر سے بہت قریب تھی۔ صحنِ مسجد میں ایک شاداب چمن تھا اور چمن کے بیچوں بیچ ایک پکا مرتفع چبوترہ عجب تفریح کا مقام تھا۔ نصوح بیشتر نماز عشا کے بعد خصوصاً چاندنی راتوں میں اُس چبوترے پر بیٹھ کر پھول بوٹوں میں خداوند تعالیٰ کی صنعت ملاحظہ کیا کرتا تھا۔ اُس کو بیٹھا دیکھ کر دوسرے نمازی بھی جمع ہو جاتے تھے اور نصوح کو وعظ و پند کے طور پر اُن کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملتا تھا۔ سپاہی کلیم کو لیے آ پہنچے۔ یہ اتفاق من جانب اللہ شاید اس وجہ سے پیش آیا کہ جو لوگ کلیم کی نظر میں صرف اس وجہ سے ذلیل تھے کہ وہ اپنے خالق کی پرستش کرتے تھے، اپنے اور اپنے بال بچوں کے پیٹ بھرنے کے لیے محنت مزدوری کر کے بہ وجہ حلال روزی پیدا کرتے تھے اُن کے سامنے اس کی گردن نخوت نیچی ہو۔ منکر نکیر کی طرح دو سپاہی اُس کی گردن پر سوار تھے۔ نہ سر پر ٹوپی نہ پاؤں میں جوتی۔ دو وقت کے فاقے سے منھ سوکھ کر ذرہ سا نکل آیا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔

ہونٹوں پر پپڑیاں جم رہی تھیں۔ کپڑوں کا وہ حال تھا کہ ایسے لباس سے ننگا ہوتا تو بہتر تھا۔ جوں نصوح کی نظر بیٹے پر پڑی گویا ایک تیر سا کلیجے میں لگ گیا۔ اگر پہلا سا نصوح ہوتا تو نہیں معلوم عورتوں کی طرح دھاڑیں مار کر روتا یا سر پیٹنے لگتا یا دوڑ کر بیٹے کو لپٹ جاتا یا سپاہیوں سے بے پوچھے گچھے دست و گریباں ہو پڑتا یا خدا جانے اضطرابِ جاہلانہ میں کیا کرتا مگر اب اُس کی جملہ حرکات و سکنات معلوم دین داری کی مطیع اور مودب خدا پرستی کی تابع تھیں اُس نے ایک دمِ سرد بھر کر انا للہ و انا الیہ راجعون تو کہا اور اُف بھی نہ کی۔ سپاہیوں نے اُس سے کلیم کی نسبت پوچھا تو اُس نے آنکھیں نیچی کر کے کہا جب حضرت نوح اپنے بیٹے کو ڈوبتے دَم تک بیٹا بیٹا پکارے گئے تو میں اس کے فرزند ہونے سے انکار کیسے کر سکتا ہوں۔ سپاہی تو اتنا سُن کر رخصت ہوئے اور کلیم کو رفقائے نصوح میں سے کسی نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا۔

(توبۃ النصوح)

مولوی نذیر احمد (۱۸۳۱ء۔ ۱۹۱۲)

مولوی نذیر احمد ضلع بجنور (یو۔ پی بھارت) میں ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ بعض مقامات پر آپ کا سال پیدائش ۱۸۳۶ء بھی درج ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی سعادت علی سے ہی حاصل کی لیکن بعد میں مولوی عبدالخالق کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد دلّی کالج میں داخلہ لیا اور وہاں سے عربی، فلسفہ اور ریاضی کی تعلیم حاصل کر کے مدّرس کی حیثیت سے عملی زندگی کا آغاز کیا اور ترقی کر کے انسپکٹر مدارس مقرر ہو گئے۔ اپنی ذاتی دل چسپی کے باعث انگریزی زبان کی تعلیم بھی اپنے تئیں حاصل کی۔ ۱۸۶۱ء میں انڈین پینل کوڈ کے ترجمے کی وجہ سے پہلے تحصیل دار اور پھر افسر بندوبست بن گئے۔ اس کے بعد ریاست حیدر آباد چلے گئے جہاں ممبر بورڈ آف ریونیو کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں اور یہیں سے اپنی مدت ملازمت پوری کر کے سُبک دوش ہو گئے۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زندگی تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دی۔ ۱۸۹۷ء میں آپ کو "شمس العلما" کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی اور ایڈنبرا یونی ورسٹی سے بھی آپ کو اعزازی ڈگریوں سے نوازا گیا۔

مولوی نذیر احمد کو اُردو کا پہلا ناول نگار کہا جاتا ہے کیوں کہ ان کی تحریروں میں اردو ناول کا نقش اوّل موجود ہے۔ آپ کو دلی کی صاف اور بامحاورہ زبان خاص طور پر دلی کی خواتین کی روزمرہ زبان کے استعمال پر دسترس حاصل تھی۔ آپ کو کہانی بیان کرنے اور کردار نگاری میں ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے بیشتر کردار اسم بامسمّٰی ہیں یعنی جیسا نام ہے ویسی ہی شخصی خوبیاں بھی کردار میں موجود ہیں۔ اصلاح، سبق آموزی، آپ کی تحریروں کا نمایاں پہلو ہے۔ مولوی نذیر احمد نے اردو داستانوں کے مافوق الفطرت کرداروں کی بجائے حقیقی زندگی کے کرداروں کو اپنا موضوع بنایا۔ ادب برائے زندگی کے نظریے کے تحت آپ نے اپنے ناولوں میں مرآۃ العروس، توبۃ النصوح، رویائے صادقہ، بنات النعش اور ابن الوقت شامل ہیں۔ مولوی نذیر احمد نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔

مشق

۱۔ درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

i۔ لفظ "ڈراما" کس زبان کے لفظ ڈراؤ (Drao) سے مشتق ہے۔

الف۔ عربی　　ب۔ فارسی　　ج۔ عبرانی　　د۔ یونانی

ii۔ جملہ اسمیہ کے مسند الیہ اور مسند ہوتے ہیں:

الف۔ اسم　　ب۔ فعل　　ج۔ فعل ناقص　　د۔ فاعل

iii۔ کلیم کے کنڈی کھڑ کھڑانے پر کتنی لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں؟

الف۔ چار　　ب۔ تین　　ج۔ دو　　د۔ ایک

iv۔ مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو کہاں ٹھہرانے کا بندوبست کیا؟

الف۔ دیوان خانے میں　　ب۔ محل سرا میں　　ج۔ بالا خانے پر　　د۔ ویران مسجد میں

v۔ "شکاری نے بندوق چلائی"　اس جملہ فعلیہ میں مفعول کسے کہیں گے؟

الف۔ شکاری　　ب۔ بندوق　　ج۔ نے　　د۔ چلائی

۲۔ درج ذیل نثر پارے کو فہم کے ساتھ پڑھ کر درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے۔

بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑ کھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں اور اُن میں سے ایک نے پوچھا کون صاحب ہیں اور اتنی رات گئے کیا کام ہے۔ کلیم، جاؤ مرزا کو بھیج دو۔ لونڈی: کون مرزا، کلیم: مرزا ظاہر دار بیگ جن کا مکان ہے اور کون مرزا۔

لونڈی: یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر قریب تھا کہ لونڈی پھر کواڑ بند کر لے کہ کلیم نے کہا کہ کیوں جی کیا یہ جماعہ دار صاحب کی محل سرا نہیں ہے۔

لونڈی: ہے کیوں نہیں۔

کلیم: پھر تم نے یہ کیا کہا کہ یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں۔ کیا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کے وارث اور جانشین نہیں ہیں۔

لونڈی: جماعہ دار کے وارثوں کو خدا سلامت رکھے۔ مُوا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کا وارث بننے والا کون ہوتا ہے۔

دوسری لونڈی: اری کم بخت یہ کہیں مرزا بانکے کے بیٹے کو نہ پوچھتے ہوں۔ وہ ہر جگہ اپنے تئیں جماعہ دار کا بیٹا بتایا کرتا ہے۔ (کلیم کی طرف مخاطب ہو کر) کیوں میاں وہی ظاہر دار بیگ نا، جن کی رنگت زرد زرد ہے۔ آنکھیں کرنجی، چھوٹا قد، ڈبلا ڈیل اپنے تئیں بہت سنوارے بنائے رہا کرتے ہیں۔

کلیم: ہاں ہاں وہی ظاہر دار بیگ۔

لونڈی: تو میاں اس مکان کے پچھواڑے اُپلوں کی ٹال کے برابر چھوٹا سا کچا مکان ہے وہ اُس میں رہتے ہیں۔ کلیم نے وہاں جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب ننگ دھڑنگ جانگیہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا! آپ ہیں، معاف کیجیے گا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی اور صاحب ہیں۔ بندے کو کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں۔ میں ذرا کپڑے پہن آؤں تو آپ کے ہم رکاب چلوں۔

کلیم: چلیے گا کہاں میں آپ ہی کے پاس تک آیا تھا۔

مرزا: پھر اگر کچھ دیر تشریف رکھنا منظور ہو تو میں اندر پردہ کرا دوں۔

کلیم: میں آج شب کو آپ ہی کے ہاں رہنے کی نیت سے آیا ہوں۔
مرزا: بسم اللہ تو چلیے اسی مسجد میں تشریف رکھیے۔ بڑی فضا کی جگہ ہے میں ابھی آیا۔ کلیم نے جو مسجد میں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک نہایت پُرانی چھوٹی سی مسجد ہے، وہ بھی مسجد ضرار کی طرح ویران و حشت ناک۔ نہ کوئی حافظ ہے۔ نہ مُلا نہ طالب علم نہ مسافر۔ ہزار ہا چمگاڈریں اُس میں رہتی ہیں۔

الف۔ بار بار پکارنے اور کنڈی کھڑ کھڑانے کا کیا نتیجہ نکلا؟
ب۔ کلیم نے جب ظاہر دار کے متعلق پوچھا تو لونڈی نے کیا جواب دیا؟
ج۔ اندر سے آنے والی لونڈیوں میں سے ایک نے کیا پوچھا؟
د۔ ظاہر دار بیگ کے متعلق لونڈی نے کیا حقیقت بتائی؟
ہ۔ ظاہر دار بیگ اصل میں کہاں رہتا تھا؟
و۔ کلیم کے آواز دینے پر ظاہر دار بیگ کس حالت میں باہر آیا؟
ز۔ ظاہر دار بیگ نے جس مسجد میں کلیم کو ٹھہرایا، اُس کی حالت کیسی تھی؟
ح۔ اس عبارت سے ظاہر دار بیگ کی شخصیت کا کون سا پہلو ہمارے سامنے آتا ہے؟

۳۔ سوشل یا الیکٹرانک میڈیا سے رات نو بجے سے دس بجے تک اپنے والدین کی نگرانی میں خبروں اور انٹرٹینمنٹ کا ایک ایک چینل دیکھیں۔ اس ایک گھنٹے کے دوران پیش کی جانے والی خبروں اور ڈراموں میں اُٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سُن کر اہم نکات مع تبصرہ و تشریح اپنے ساتھی طلبہ کے سامنے دوہراتے ہوئے جماعت کے کمرے میں بیان کریں۔

۴۔ ''کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ'' کو اس کے اسلوب اور بیان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس خاص مقصد کے لیے پڑھیں کہ آپ کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ، دونوں کرداروں کے متعلق اپنی ذاتی رائے پیش کر سکیں۔

۵۔ سبق ''کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ'' کے علاوہ آپ نے شاملِ نصاب افسانہ ''بھیڑیا'' کا مطالعہ کیا۔ دونوں عبارات کی غرض و غایت اور ساخت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کا مناسب اور محتاط موازنہ کریں۔ نیز دونوں ادب پاروں کے زمانوں کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اُن کی اہمیت پر رائے دیں۔

نثر پاروں کا موازنہ کرتے ہوئے مصنفین کے اندازِ بیان کو سمجھیں اور جماعت کے دیگر طلبہ کے سامنے اس پر تبصرہ کریں۔ (اس سلسلے میں درج ذیل نکات پیش نظر رکھیں)

الف۔ مولوی نذیر احمد نے کلیم کے کردار کے ذریعے نوجوان نسل کو کیا نصیحت کی ہے؟
ب۔ ظاہر دار بیگ جیسے لوگ ہماری زندگی اور معاشرے میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟
ج۔ افسانہ ''بھیڑیا'' میں مصنف کس خوف کا شکار ہے؟
د۔ افسانے کا مرکزی کردار ''بھیڑیا'' کس علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے؟

۶۔ آج سے سوڈیڑھ سو سال قبل اُردو الفاظ کا املا ایسا نہیں تھا جیسا کہ آج مستعمل ہے۔ یعنی آج بہت سے ایسے الفاظ کو توڑ کر لکھا جاتا ہے جنھیں ماضی میں اکٹھا لکھنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً: شامل نصاب سبق کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ کریں۔

کلیم یہی جانتا تھا کہ جماعہ دار کا تمام ترکہ مرزا کو ملا اور وہ جماعہ دار کی محل سرا کو مرزا کی محل سرا اور جماعہ دار کے دیوان خانے کو مرزا کا دیوان خانہ سمجھتا تھا۔ محل سرا کی ڈیوڑھی پر جا موجود ہوا۔ بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑکھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں۔

کلیم: جاؤ، مرزا کو بھیج دو۔

سبق کی عبارت میں محلسرا کو محل سرا، دیوانخانے کو دیوان خانے، دیوانخانہ کو دیوان خانہ، لئے کو لیے اور بھیجدو کو بھیج دو۔ کرکے لکھ دیا گیا ہے یعنی الفاظ کو درست املا کا خیال رکھتے ہوئے اصل تحریر پر نظرِ ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کی گئی ہے۔ اسی اصول کو پیشِ نظر رکھ کر درج ذیل تحریری سرگرمی میں الفاظ کو غلط املا میں لکھے ہوئے درج ذیل الفاظ پر نظرِ ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کرتے ہوئے درست کر کے لکھیں۔ اس سلسلے میں استاد محترم سے بھی رہ نمائی لیں۔

منابیجائیں	دیجئے	بھیجدیئے
کردینگی	کیونکہ	کہدونگا
لئے	بیچارے	بھوکھ
بنکر		

۷۔ ذو معنی الفاظ

ذو معنی الفاظ ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن کا املا تو ایک جیسا ہو لیکن ان کے معنی ایک سے زیادہ ہوں۔ بعض اوقات ان میں سے ایک معنی مونث جب کہ دوسرا مذکر کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: قلم (لکھنے کے لیے استعمال ہونے والا آلہ) اور پودے کی قلم۔

کان (کسی قیمتی چیز کا ذخیرہ) یعنی کوئلے یا سونے کی کان، اور جسم کا ایک حصہ۔

درج ذیل جملوں سے ذو معانی الفاظ کو الگ کریں اور اُن کے جملے اس انداز سے تحریر کریں کہ اُن کے دونوں معانی واضح ہو جائیں۔

میرے کان میں درد ہے۔

پاکستان میچ ہار گیا۔

کپڑے کا عرض ایک فٹ ہے

میں نے قلم سے لکھا۔

مغرب نے اسلامی ملکوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

۸۔ ناول

ناول سے مراد سادہ زبان میں ایسی طویل کہانی ہے جس میں انسانی زندگی کے معمولی واقعات اور روزانہ پیش آنے والے معاملات کو اس انداز میں بیان کیا جائے کہ پڑھنے والے کو اس میں دلچسپی پیدا ہو۔ یہ دلچسپی پلاٹ، منظر نگاری، کردار نگاری اور مکالمہ نگاری سے پیدا کی جاتی ہے۔ ناول اس نثری قصے کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص نقطۂ نظر کے تحت زندگی کی حقیقی اور واقعاتی عکاسی کی گئی ہو۔ ناول کا مرکزی کردار اس کا ہیرو ہوتا ہے۔ واقعات میں ایک تسلسل موجود ہوتا ہے۔ حقیقت نگاری اور صداقت بیانی اس کا خاصہ ہے۔ اس کا موضوع انسانی زندگی ہوتا ہے۔ یعنی انسانی زندگی کے حالات و واقعات اور معاملات کو انتہائی گہرے اور مکمل مشاہدے کے بعد کہانی کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

ناول کے اجزا: کہانی، پلاٹ، کردار، مکالمے

۹۔ درج ذیل فارم نمونے کے طور پر دیا جارہا ہے۔ آپ متعلقہ ادارے کی ویب سائٹ سے یہ فارم ڈاؤن لوڈ کریں اور اسے پُر کرنے کی مشق کریں۔

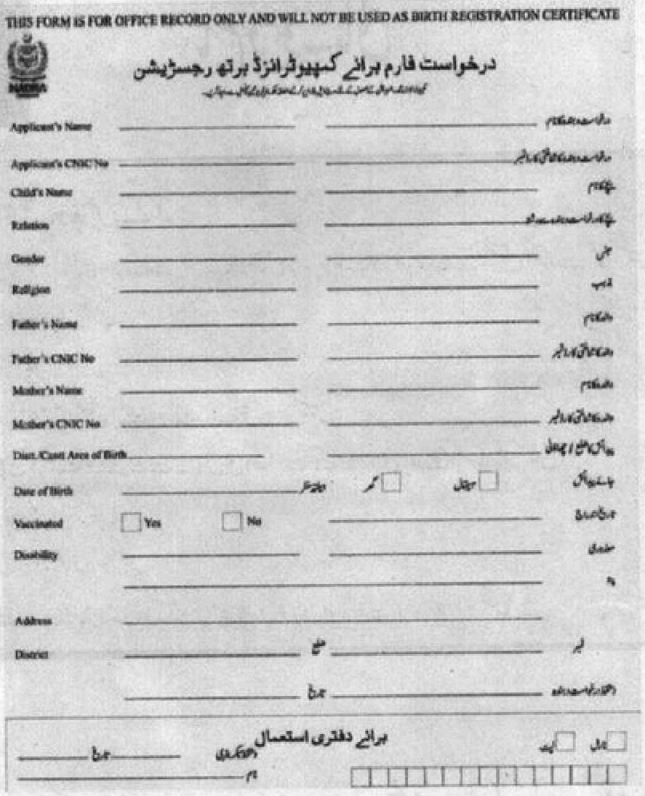

THIS FORM IS FOR OFFICE RECORD ONLY AND WILL NOT BE USED AS BIRTH REGISTRATION CERTIFICATE

درخواست فارم برائے کمپیوٹرائزڈ برتھ رجسٹریشن

Applicant's Name

Applicant's CNIC No

Child's Name

Relation

Gender

Religion

Father's Name

Father's CNIC No

Mother's Name

Mother's CNIC No

Distt./Cantt Area of Birth

Date of Birth

Vaccinated ☐ Yes ☐ No

Disability

Address

District

برائے دفتری استعمال

سرگرمیاں

ا۔ کلیم اور ظاہر دار بیگ کی ملاقات کو چار پانچ طلبہ کے گروہ میں ڈرامائی صورت میں جماعت کے دیگر طلبہ کے سامنے پیش کریں۔

۲۔ اپنے والد سے درخواست کر کے اتوار والے دن کوئی سا روزنامہ اخبار منگوائیں۔ اتوار کے اخبار میں مختلف رودادیں، مضامین، سفرنامے، اداریے، خبریں، رپورٹس اور اشتہار وغیرہ شامل اشاعت ہوتے ہیں۔ اُن کو پڑھ کر ان کے مقاصد کی ترجمانی کرتے ہوئے اہم نکات کو اپنے الفاظ میں تحریر کریں تاکہ اگلی بار آپ خود ان مقاصد کی بہتر انداز میں ترجمانی کر سکیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو رُوداد، مضمون، سفرنامے، اداریے، خبریں، رپورٹس اور اشتہار وغیرہ میں فرق بتائیں۔
- سبق خوانی سے قبل طلبہ کو اردو ناول کی تعریف، روایت اور ارتقا سے آگاہ کرتے ہوئے ڈپٹی نذیر احمد کے فکر و فن پر روشنی ڈالیے اور "توبۃ النصوح" ناول کے اہم کردار "کلیم" کی شخصیت اور مزاج پر تبصرہ کریں تاکہ طلبہ اس زمانے کی تاریخ سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- طلبہ، اخبارات و رسائل میں چھپنے والی مختلف تحاریر (روداد، مضامین، سفرنامہ، خطوط، اداریے، خبریں، رپورٹ، اشتہار وغیرہ) کے متعلق جامع آگہی دیں۔